112025 ـ ماں اور خاوند کے درمیان مشکلات

سوال

مجھے پتہ نہیں چل رہا کہ میں اپنی مشکل بیان کرنے ابتدا کہاں سے کروں، میری والدہ میری بیماری کی بنا پر مجھے ملنے والے مال کی وجہ سے میری شادی کرنے سے انکار کرتی تھیں، لہذا میں نے فیصلہ کیا کہ شادی کی ویب سائٹ میں اندارج کراؤں اور میرے والد صاحب نے میرا ساتھ دیا، اور چار ماہ قبل میری شادی ہو گئی، لیکن اس شخص نے مجھے نہ دیکھا اور میں نے اسے نہیں دیکھا اس کے بغیر ہی شادی ہو گئی، وہ سیدھا گھر آیا وہ شادی شدہ اور تنگ دست انسان ہے اس کی پہلی بیوی ملازمت کرکے گھر کے کرایہ وغیرہ میں اس کی معاونت کرتی ہے، وہ اپنی سالانہ چھٹیوں میں دو دن کے لیے آتا ہے، اور چھٹیاں ختم ہونے میں ایک دن مغرب کے وقت آتا اور فجر کے وقت چلا جاتا ہے، کیونکہ اس کی ملازمت والی جگہ کا سفر تین گھنٹے میں طے ہوتا ہے. میں اس کے مالی حالات کی بنا پر اپنے والدین کے ساتھ ہی رہتی ہوں، لیکن میری والدہ میرا مذاق اڑا کر کہتی ہے تیرا خاوند بھاگ گیا ہے، یا وہ واپس نہیں آئیگا، اور مجھ سے پیسے مانگتی ہے، میرے ماہانہ اخراجات ایک ہزار اماراتی درہم ہیں میں اسے پانچ سو درہم دیتی ہوں لیکن وہ مجھ سے روزانہ پیسے طلب کرتی رہتی ہے جس کی وجہ سے میری خاوند کے ساتھ مشکلات پیدا ہو رہی ہیں، میرا خاوند نہیں جانتا کہ میں کس حالت میں ہوں میں نے اس سے جگھڑا بھی کیا ہے، اور اس کی ملازمت والی جگہ پر ٹیلی فون بھی کیا ہے اور اس کو خط بھی بھیجے ہیں، وہ بہت زیادہ مصروف ہے اس لیے وہ ناراض ہو گیا اور جب میں نے اسے بتایا کہ میری والدہ کہتی ہے کہ وہ گیا ہے اور اب واپس نہیں آئیگا تو اس نے میری والدہ کا موقف پکڑ لیا ہے اور وہ ایسا نہیں رہا جیسا تھا، دو ماہ سے اس نے مجھ سے رابطہ بھی نہیں کیا، میں ہی اس سے رابطہ کرتی ہوں اور بعض اوقات وہ جواب بھی نہیں دیتا، میں نے اسے راضی کرنے کی کوشش کی ہے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، میں نے اسے قریب کرنے کے لیے ہدیہ بھی دیا ہے لیکن میں محسوس کرتی ہوں کہ وہ میرے ساتھ خشک رویہ بنا چکا ہے، مجھے اس کا کوئی حل نہیں مل رہا، میری تباہی کا سبب میری والدہ ہے، برائے مہربانی مجھے کوئی حل بتائیں ؟

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

فضائی چینلوں اور ویب سائٹس اور انٹرنیٹ مجالس کے ذریعہ شادی کرانا سلبیات سے خالی نہیں، اور ہماری رائے کے مطابق تو یہ شادیاں اکثر طور پر ناکام ہی ہوتی ہیں، اور ایسے لوگ بھی ہیں جو اسے تفریح اور متعہ کا ذریعہ

بناتے ہيں، اور كچھ ايسے بھی ہوتے ہيں جو اسے لہو و لعب اور كھيل بنا كر كھيلتے ہيں، اور يہ لوگ مستقل طور پر استقرار كی كوشش نہيں كرتے، اور نہ ہی حقيقتا يہ شريك حيات تلاش كرتے ہيں كہ كوئی گھر بسايا جائے اور خاندان بنايا جائے، اور نادر كو كوئی حكم نہيں ديا جاتا، اس ليے ہم اپنے بہن بھائيوں كو اس طريقہ سے شريك حيات كی تلاش كرنے سے منع كرتے ہيں.

دوم:

آپ كا شادی سے قبل اپنے ہونے والے شوہر نہ ديكھنا، اور اس كا آپ كو نہ ديكھنے ميں شرعی مخالفت پائی جاتی ہے، اور شادی سے قبل ايك دوسرے كو ديكھنے ميں شريعت كی حكمت يہ ہے كہ ايسا كرنے سے ان كی ازدواجی زندگی اور گھر ميں زيادہ دوام ہوگا، لہذا ايك دوسرے كو ديكھنا قبول كی ابتدا يا انكار ہے، ليكن اچانك ہر ايك كا دوسرے كو سہاگ رات ميں ديكھنا يہ شريعت كے بھی مخالف ہے اور عقل كے بھی؛ كيونكہ ہر ايك اپنے ذہن اور خيال ميں اپنے شريك حيات كی ايك تصوير بنا كر ركھتا ہے، اور جب اچانك اسے اس تصوير كے علاوہ كچھ اور نظر آتا ہے تو پھر مشكلات اور پريشانياں شروع ہو جاتی ہيں، اور جدائی اور فراق كی ابتدا ہو جاتی ہے.

ابو ہريرہ رضی اللہ تعالی عنہ بيان كرتے ہيں كہ ميں نبی كريم صلی اللہ عليہ وسلم كے پاس تھا كہ ايك شخص آيا اور آپ كو بتايا كہ اس نے انصار كی ايك عورت سے شادی كی ہے تو رسول كريم صلی اللہ عليہ وسلم نے اسے فرمايا:

" كيا تم نے اسے ديكھا ہے ؟

تو اس نے عرض كيا: نہيں، رسول كريم صلی اللہ عليہ وسلم نے فرمايا:

" جاؤ جا كر اسے ديكھو؛ كيونكہ انصار كی آنكھوں ميں كچھ ہوتا ہے "

صحيح مسلم حديث نمبر (2414).

اور مغيرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ بيان كرتے ہيں كہ ميں نبی كريم صلی اللہ عليہ وسلم كے پاس آيا اور اپنی منگيتر كا ان كے سامنے ذكر كيا تو رسول كريم صلی اللہ عليہ وسلم نے فرمايا:

" جاؤ جا كر اسے ديكھو، كيونكہ يہ تمہارے درميان دوام كے ليے زيادہ بہتر ہے "

سنن ترمذی حديث نمبر (1087) ترمذی نے اسے حسن قرار ديا ہے، سنن نسائی حديث نمبر (3235) علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحيح ترمذی ميں صحيح قرار ديا ہے، امام ترمذی كہتے ہيں:

" احری ان يؤدم بينكما " كا معنی يہ ہے كہ: يہ تمہارے مابين محبت و مودت كے دوام كے زيادہ لائق ہے.

سوم:

آپ کی والدہ کے شایان شان اور زیادہ لائق تو یہ تھا کہ وہ آپ کے والد کے قدم کے ساتھ قدم ملاتی اور آپ کو شادی کی ترغیب دلاتی، اور آپ کے ساتھ کھڑی ہوتی، حالانکہ اسے علم تھا کہ آپ کی شادی میں ہی آپ کی عفت و عصمت چھپی ہے، اور عقلمند مائیں تو اسی چیز کی کوشش کرتی ہیں کہ وہ اپنی بیٹیوں کی اپنے ہاتھوں شادي کرتی ہیں.

اور اس وقت رحمدل ماں کتنی سعادت و خوشی حاصل کرتی ہے جب وہ اپنی بیٹی کو اپنے خاوند کے گھر سدھارتی دیکھتی ہے، تا کہ وہ زوجیت کا ایك نیا گھونسلہ اور گھروندا تیار کریں، اور اطاعت و فرمانبرداری پر گھر کی اساس و بنیاد رکھیں، جس میں محبت و مودت بھری ہو.

اور اسی وقت آپ کے خاوند کو یہ حق نہیں تھا کہ وہ آپ کی والدہ کے کلمات سے غضبناك ہو کر آپ کو چھوڑ دیتا اور آپ کے پاس آنا ہی چھوڑ دیتا، آپ نے جو اپنی والدہ کی کلام ذکر کی ہے اس میں تو کوئی ایسی بات نہیں جو ان باتوں کا باعث بنتی؛ لگتا ہے کہ وہ شخص کوئی ایسا بہانہ اور فرصت تلاش کر رہا تھا، اور آپ کی والدہ کی کلام اس کے لیے اس شادی سے چھٹکارے کا ذریعہ بن گئی جس شادی میں اس کی رغبت ہی نہ تھی.

بہر حال آپ کے والد کو چاہیے کہ وہ اس معاملہ میں دخل دے، اور اسے آپ کے خاوند کو جتنی جلدی ہو سکے ملنا چاہیے اور وضاحت و صراحت کے ساتھ اس سے بات چیت کرنی چاہیے اور خاوند کو بھی چاہیے کہ وہ اس شادی کے انجام کا فیصلہ کرے یا تو وہ خاوند بن کر واپس آئے اور آپ کو اللہ کی جانب سے واجب کردہ حق دے، یا پھر آپ کو اچھے طریقہ سے چھوڑ دے اور آپ کے جو حقوق بنتے ہیں وہ بھی ادا کرے، پھر آپ اللہ سبحانہ و تعالی سے دعا کریں کہ وہ آپ کی اس مصیبت میں اجر سے نوازے اور آپ کا اس کا نعم البدل عطا فرمائے.

خاوند کو حق نہیں کہ وہ ٹال مٹول سے کام لے اور جواب میں دیر کرے، اور نہ ہی اسے حق ہے کہ اس کے دل میں جو ہے اسے آپ سے چھپائے، بلکہ اسے ظاہر کرنا چاہیے؛ تاکہ آپ اپنی راہ کو متعین کریں، اور کسی ایسے شخص کی ذلت میں نہ رہیں جس کو آپ کے ساتھ زوجیت کے ساتھ رہنے کی رغبت ہی نہیں.

اسی طرح اسے یہ بھی حق نہیں کہ آپ کی والدہ کی طرف سے ہونے والی کلام کی سزا آپ کو دے، کیونکہ اس میں آپ کا تو کوئی گناہ نہیں، اور نہ ہی آپ اس کے اثرات کو برداشت کرینگی، آپ نے اپنی والدہ کی صحیح کلام اسے بتا کر بہت بڑی غلطی کی ہے.

چہارم:

اگر آپ کا خاوند آپ کی طرف رجوع کر کے آتا ہے تو اسے آپ کے متعلق اللہ سے ڈرنا چاہیے، اور آپ کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرنی چاہیے، اسی طرح اس پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ آپ اور اپنی دوسری بیوی کے پاس رات

بسر كرنے ميں مابين عدل و انصاف كرے، اور اخراجات و نفقہ اور لباس ميں بھی عدل كرے، اس كے ليے پہلی بيوی كو اس كی مالداری كی وجہ سے آپ پر فضيلت دينا حلال نہيں، اور نہ ہی آپ كے فقر و تنگ دستی كی بنا پر آپ كے حق سلب كرنا حلال ہے.

ليكن يہ ہے كہ اگر آپ اپنی مرضی سے اپنے كچھ حقوق چھوڑ ديں، اللہ سبحانہ و تعالی نے ايك سے زيادہ بيوياں ركھنے والوں پر اپنی بيويوں ميں عدل و انصاف كرنا واجب كيا ہے، اور انہيں ان پر ظلم و ستم كرنے اور ان كے حقوق سلب كرنے سے اجتناب كرنے كا حكم ديا ہے.

ابو ہريرہ رضی اللہ تعالی عنہ بيان كرتے ہيں كہ نبی كريم صلی اللہ عليہ وسلم نے فرمايا:

" جس كی دو بيوياں ہوں تو وہ ان ميں سے كسی ايك كی طرف مائل ہو تو روز قيامت اس حال ميں آئيگا كہ اس كی طرف مائل ہو گی "

سنن ترمذی حديث نمبر (1141) سنن نسائی حديث نمبر (3942) سنن ابو داود حديث نمبر (2133) سنن ابن ماجہ حديث نمبر (1969) علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحيح ترمذی ميں اسے صحيح قرار ديا ہے.

شيخ صالح الفوزان حفظہ اللہ كہتے ہيں:

" حديث كا معنی يہ ہے كہ جو شخص استطاعت كے باوجود اپنی بيويوں كے مابين عدل وانصاف نہيں كرتا اس كے ليے شديد وعيد ہے، اور وہ بيويوں كے نفقہ اور مسكن اور لباس وغيرہ ميں برابری كرے.

اور يہاں شق سے مراد آدھا حصہ ہے كہ اس كے ظلم و ستم كی سزا ميں اس كا آدھا حصہ مائل ہوگا؛ كيونكہ سزا بھی جنس عمل سے ملےگی، جس طرح وہ اپنی بيوی كے ساتھ كرتا تھا تو اللہ تعالی نے اس كا آدھا حصہ ہی مائل كر ديا، اور بطور سزا اس كے جسم كو غير متوازن اور غير معتدل بنا ديا.

اور پھر اللہ سبحانہ و تعالی كا فرمان ہے:

﴿ چنانچہ تم ايك بيوی كی جانب ہی مكمل طور پر مائل نہ ہو جاؤ، اور (دوسری كو) معلق چھوڑ دو ﴾النساء (129).

ديكھيں: المنتقی من فتاوی الشيخ الفوزان (4 / 179) سوال نمبر (194).

بيويوں كے مابين عدل و انصاف كے بارہ ميں تفصيلی كلام كئی ايك سوالات كے جوابات ميں گزر چكی ہے، اس ليے آپ سوال نمبر (10091) اور (20455) اور (34701) كے جوابات كا مطالعہ ضرور كريں.

پنجم:

آپ کو علم ہونا چاہیے کہ والدہ کے ساتھ حسن سلوك آپ کے لیے حتمی ہے، اور آپ کے لیے والدہ سے قطع تعلقی اور برا سلوك کرنا حرام ہے، چاہے والدہ سے جو کچھ بھی ہوا ہے، بلکہ آپ کو چاہیے کہ والدہ کو بہتر طریقہ سے نصیحت کریں، اور اس کی بہتر اور اچھے اقوال و اعمال اور احسن اسلوب کے ساتھ راہنمائی کریں.

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

" ایك شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی:

اے اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں میرے لیے سب سے زیادہ حسن سلوك کا مستحق کون ہے ؟

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تیری والدہ.

اس شخص نے عرض کیا: پھر کون ؟

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تیری ماں.

اس شخص نے عرض کیا پھر کون ؟

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تیری ماں.

اس شخص نے عرض کیا: پھر کون؟

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تیرا والد "

صحیح بخاری حدیث نمبر (5626) صحیح مسلم حدیث نمبر (2548).

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" اس حدیث میں رشتہ داروں سے نیکی اور حسن سلوك کی ترغیب دلائی گئی ہے، اور ان سب سے میں حسن سلوك کی زیادہ مستحق والدہ ہے، اس کے بعد پھر والد اور پھر قریب سے قریب تر رشتہ دار.

علماء کرام کا کہنا ہے: ماں کو باپ پر مقدم کرنے کا سبب یہ ہے کہ ماں ہی بچے کی زیادہ تکلیف برداشت کرتی

ہے، اور اس پر شفقت کرتی ہے، اور بچے کی خدمت کرتی ہے، اور پھر وہ بچے کے حمل کی مشقت بھی برداشت کرتی اور پھر اس حمل کے وضع کرنے کی بھی تکلیف اور پھر اسے دودھ پلانے کی تکلیف اور مشقت برداشت کرتی ہے، اور پھر اس کی تربیت و پرورش کی اور بیمار ہونے کی صورت میں تیمار داری وغیرہ بھی ماں ہی کرتی ہے "

دیکھیں: شرح مسلم للنووی (16 / 102).

آپ نے اپنی آدھی تنخواہ اور آمدنی والدہ کو دے کر ایك بہت ہی اچھا کام کیا ہے، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ آپ نے جو خرچ کیا ہے آپ کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے، اور اس پر آپ کو اجر عظیم سے نوازے.

اور آپ کی ماں کو حق نہیں کہ وہ ایسی چیز طلب کر کے آپ پر تنگی کرے جس میں اس کا حق نہیں، اور نہ ہی آپ پر اسے اپنا مال دینا واجب ہے، لیکن اگر آپ اس کی استطاعت اور قدرت رکھتی ہیں، اور والدہ کو شدید ضرورت ہو اور اس کے پاس اخراجات کے لیے رقم نہ ہو اور نہ ہی اس پر کوئی خرچ کرنے والا ہو تو آپ حسب استطاعت اس کا تعاون کریں.

اور والدین میں سے کسی ایك کو بھی حق نہیں کہ وہ اپنی اولاد کے مال پر تسلط قائم کرے، اور بہت سارے لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا غلط مفہوم لیتے ہیں:

" تم اور تمہارا مال اپنے باپ کے ہو "

اس کا یہ معنی نہیں کہ والدین اپنی اولاد کے مال پر تسلط جما لیں، اور نہ ہی وہ اپنی اولاد کے مال میں شریك ہو جائینگے اگر یہ مفہوم صحیح ہوتا تو بیٹے کی وفات کے وقت باپ سارا مال لے لیتا.

بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ: باپ کے لیے - اور اس میں ماں بھی شامل ہے - اپنی اولاد کے مال میں حق ہے، اگر ان کے پاس مال نہ ہو اور اولاد انہیں دینے اور ان پر خرچ کرنے پر قادر ہوں تو وہ اولاد کے مال سے بقدر ضرورت لے سکتے ہیں.

اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ ہم درج سوالات کے جوابات میں بیان کر چکے ہیں، اس لیے آپ سوال نمبر (13662) اور (4282) اور (82761) اور (9594) کے جوابات کا مطالعہ ضرور کریں.

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ آپ کے معاملہ میں آسانی پیدا فرمائے، اور آپ کی تکلیف اور مشکل کو دور کرے، اور آپ اور آپ کے خاوند کو خیر و بھلائی پر جمع فرمائے.

واللہ اعلم .